© rasailojaraid.com

قدامۃ بن جعفر

کاتب بغدادی

متوفی سنہ ۳۳۷ھ

از جناب وقار احمد صاحب رضوی ایم ، اے - دہلی

ابوالفرج قدامۃ بن جعفر بن قدامۃ ، جو عام طور سے کاتب بغدادی کے لقب سے مشہور ہیں ، افق ادب پر تیسری صدی ہجری کے اواخر میں نمودار ہوئے - اور کم و بیش نصف صدی علم و ادب کی خدمت انجام دینے کے بعد ، چوتھی صدی ہجری کے اوائل میں ان کی زندگی کا سورج غروب ہوگیا۔ ان کے ادبی کارناموں نے ان کی زندگی ہی میں ، انھیں معروف بنادیا تھا - قدامہ نے عربی میں فنی ، تخلیقی اور علمی ورثہ چھوڑا ہے - جو وزنی بھی ہے اور وقیع بھی - آج بھی ان کی گرانقدر تصنیفات ہمارے لئے مایۂ کیف و سرور ہیں -

قدامہ کی نثری تخلیقات ، عربی ادب کی تاریخ میں ایک روشن ورق کی حیثیت رکھتی ہیں - اس لئے کہ ان میں مصنف نے معیشت کی زندہ حقیقتوں کی نقاب کشائی کی ہے اور اپنی وارفتگی شوق کے عالم میں ادب کے دامن پر ، فکر کے الماس و گہر ٹانکے ہیں - ان کے فن کا حسن درخشاں و تابندہ ہے - وہ لوگوں کے دلوں میں محنت و تعمیر کے جذبہ کو فروغ دیتا ہے -

ادب ، نقد ، فقہ ، فلسفہ اور منطق میں قدامہ کو دستگاہ حاصل تھی - قدامہ کو بجا طور پر عربی اصول نقد کا معلم اول کہا جاسکتا ہے -

"فہرست" ابن ندیم اور معجم الادباء کی عبارتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ قدامہ نصرانی الاصل تھا -

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مکتفی باللہ العباسی ۲۸۹ھ کے عہد خلافت میں اسلام لایا اور حکومت میں منصب جلیل حاصل کیا۔

شارح زینبی نے "نقد الشعر" کے دیباچہ میں قدامہ کے بارے میں لکھا ہے۔

فلما توجهت عزائم القوم الی تدوین اصول البلاغة نهض اولاً قدامة بن جعفر الکاتب فاستخرج من کلامهم اصولاً وکان ابوه نصرانیاً أسلم فی خلافة المکتفی بالله العباسی سنة ۲۸۹ھ ونال منصبا جلیلاً فی الدولة وکان ابنه قدامة شاعراً ادیباً کاتباً صنف عدة کتب منها نقد الشعر۔[1]

جب قوم نے اصول بلاغت کی تدوین کا ارادہ کیا۔ تو سب سے پہلے قدامہ بن جعفر کاتب نے اس طرف توجہ دی اور شعرائے عرب کے کلام سے اصول (نقد) کا استخراج کیا۔

قدامہ کا باپ نصرانی تھا۔ اور وہ عباسی خلیفہ مکتفی باللہ ۲۸۹ھ کے عہد خلافت میں اسلام لایا۔ اور حکومت میں منصب جلیل حاصل کیا۔ اور اس کا بیٹا قدامہ ــــ شاعر، ادیب اور انشار پرداز تھا۔ اس نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ ان میں سے ایک "نقد الشعر" ہے۔

اس عبارت پر دو اعتراض وارد ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ قدیم ماخذ سے قدامہ کے باپ کے بجائے خود قدامہ کا عباسی خلیفہ ــــ مکتفی باللہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنا ثابت ہوتا ہے

چنانچہ ابن ندیم متوفی ۳۸۵ھ نے تحریر کیا ہے۔

"وهو قدامة بن جعفر بن قدامة وكان نصرانيا وأسلم على يد المكتفی بالله"[2]

اس کا نام قدامہ بن جعفر بن قدامہ ہے۔ وہ نصرانی تھا اور مکتفی باللہ کے ہاتھ پر اسلام لایا۔

---

[1] دیباچہ "نقد الشعر" ص ۱ [2] الفہرست/۱۸۸

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یاقوت حموی متوفی ۶۲۶ھ کا بیان ہے

"ابو الفرج، کان نصرانیاً وأسلم علی ید المکتفی

باللہ"[۱]

ابو الفرج (قدامہ) نصرانی تھا۔ اور وہ مکتفی باللہ کے ہاتھ

پر اسلام لایا۔

ان دونوں اقوال سے خود قدامہ کا مکتفی کے عہد خلافت میں اسلام لانا ظاہر ہوتا ہے۔ اس باب میں یاقوت کا بیان زیادہ صریح اور واضح ہے۔

دوسرے یہ کہ قدامہ کے باپ کے بارے میں ابن ندیم اور یاقوت دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ جعفر ایک غیر معروف، جاہل اور معمولی آدمی تھا۔ وہ کسی بڑی شخصیت کا مالک نہیں تھا۔ ابن ندیم رقمطراز ہے۔

"وکان ابوہ جعفر ممن لا تفکّرَ فیہ ولا علم عندہ"[۲]

قدامہ کا باپ ان لوگوں میں سے تھا جس میں قوت فکر نہیں تھی

اور نہ وہ کوئی علمی انسان تھا۔

بالکل یہی جملہ یاقوت نے دہرایا ہے۔[۳] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جعفر کسی بڑے منصب کا حامل نہیں تھا۔ جیسا کہ شارح مذکور کا خیال ہے۔

غالباً شارح کو جرجی زیدان کی عبارت سے تسامح ہوا ہے لیکن چونکہ قدیم ماخذ — "الفہرست" اور "معجم" کی عبارتوں سے أسلم کا فاعل ظاہر ہو جاتا ہے۔ اس لئے راجح قول خود قدامہ کا مکتفی کے عہد خلافت

۱۔ معجم الادباء ۱۳/۱۷۰ ۲۔ الفہرست/ ۱۸۸

۳۔ وکان ابوہ جعفر ممن لا یُفکّرَ فیہ ولا علم عندہ — معجم الادباء ۱۳/۱۷۰۔ فرق صرف اتنا ہے کہ الفہرست میں مصدر تفکر لائے نفی جنس کے ساتھ ہے اور یہاں فعل منفی مجہول ہے یعنی جعفر کے بارے میں تو سوچا بھی نہیں جا سکتا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں اسلام لانے ہی کی جانب ہے۔ جرجی زیدان کی عبارت یہ ہے۔

"ھو قدامۃ بن جعفر بن قدامۃ الکاتب البغدادی
کان ابوہ نصرانیا و أسلم فی ایام المکتفی (سنۃ ۲۸۹
۔ ۲۹۵ھ) وتولی منصبا کبیرا فی الدولۃ العباسیۃ و
کان ادیبا شاعرا الف کتبا کثیرۃ ذکرھا صاحب
الفھرست[1]"

اس عبارت میں کان ابوہ نصرانیا سے باپ کا ذکر کرنا مقصود ہے۔ اور أسلم اور تولی کا فاعل قدامہ ہے نہ کہ قدامہ کا باپ ـــــ کیونکہ یہاں جرجی زیدان، قدامہ کا تذکرہ لکھ رہا ہے نہ کہ ابوہ کا۔

جرجی زیدان کی اس تحریر سے ایک نئی بات کا علم یہ ہوا کہ قدامہ، شاعر بھی تھا۔ اگرچہ کسی قدیم تذکرہ نویس نے اس کو بیان نہیں کیا۔ اور نہ ان کے اشعار کہیں ملتے ہیں۔

اس سلسلے میں مزید وضاحت "المنجد" کے قول سے ہوتی ہے۔ وہ یہ ہے۔

"قدامۃ بن جعفر: کاتب بغدادی مسیحیٌ أسلم
علی أیام المکتفی سنۃ ۹۰۲ء۔ کان من علماء المنطق، الف
کتاب الخراج فی المملکۃ والاقالیم والبرید
والضرائب[2]"

قدامہ بن جعفر کاتب تھا۔ وہ بغداد کا رہنے والا اور نصرانی تھا۔
وہ مکتفی کے عہد ۹۰۲ء میں اسلام لایا۔ وہ منطق کا عالم تھا۔
ریاست، جغرافیۂ ممالک، ڈاک اور ٹیکس کے بارے میں

---

[1] تاریخ آداب اللغۃ العربیۃ ۲/۲۰۰ [2] المنجد ـــ معجم الاعلام/۴۰۹

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس نے ایک کتاب "کتاب الخراج" کے نام سے تالیف کی ہے

قدامہ کاتب تھا اور عراق کے مردم خیز شہر۔ بغداد کا رہنے والا تھا۔ کاتب۔ میر منشی یا شاہی وثائق نویس کو کہتے ہیں۔ یہ خلافت بنی عباس میں ایک اہم عہدہ تھا۔ محکمۂ امور خارجہ کا دوسرا نام "کتابت" یا محکمۂ رسل و رسائل تھا۔ اور آج کل کی اصطلاح میں فارن سکریٹری کے فرائض کاتب انجام دیا کرتا تھا۔

گورنروں اور دوسرے عہدیداروں کو خلیفہ کے احکام سے مطلع کرنا، دوسری حکومتوں سے مراسلت کرنا، یہ سب کام اس اہم شعبہ سے متعلق تھے اور اس صیغہ کے افسر کو کاتب کہا جاتا تھا۔

قدامہ کے کاتب ہونے کے بارے میں یاقوت نے لکھا ہے۔

ولم یزل یتردد فی اوساط الخدم الدیوانیة

بدار السلام الی سنة سبع وتسعین ومائتین

قدامہ ۲۹۷ھ تک بغداد کی عدالت عالیہ میں، متوسط

لوگوں کے پاس آیا جایا کرتا تھا۔

عدالت کے ذکر سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ محکمۂ رسل و رسائل (کتابت) ہی میں قدامہ کی آمد و رفت ہوگی۔ دولت عباسیہ کی عدالت میں کاتب کی نشست خلیفہ کے قریب ہوتی تھی۔ اس عہدہ کے لئے خلیفہ ایسی بلند شخصیتوں کو مامور کرتا تھا جو وسعت معلومات اور اسلوب نگارش کے لحاظ سے غیر معمولی شہرت و صلاحیت کے مالک ہوں۔ کیونکہ خلفاء اس کے بے حد خواہش مند تھے کہ ان کے مافی الضمیر کو نہایت بلیغ اور پاکیزہ ادبی انداز میں ظاہر کیا جائے۔ اس اعتبار سے قدامہ کا عباسی عدالتوں میں آنا جانا قرین قیاس ہے۔

یاقوت نے اس سے آگے بیان کیا ہے۔

فاق الوزیر أبا الحسن بن الفرات جب ۱۳ شوال ۲۹۷ھ بروز شنبہ، وزیر ابوالحسن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لما توفی اخوہ ابوعبداللہ جعفر بن محمد بن الفرات فی یوم الاحد لثلاث عشرۃ لیلۃ خلت من شوال سنۃ سبع وتسعین و مائتین۔ وکان أسن من أخیہ ابی الحسن بن محمد الوزیر بثلاث سنین، رد ما کان الیہ من الدیوان المعروف بمجلس الجماعۃ الی ولدہ أبی الفتح الفضل بن جعفر۔ ثم ظہرلہ بعد ذلک اختلال من النواب فولاہ لولدہ أبی احمد المحسن علیہ القاسم بن ثابت وجعل قدامۃ بن جعفر یتولی مجلس الزمام فی ہذا الدیوان وبانت عند ذلک صناعۃ المحسن و آثار من جہۃ العمال اموالا جلیلۃ۔[1]

بن فرات کے بڑے بھائی ابوعبداللہ جعفر بن محمد بن فرات کا انتقال ہوا۔ اور یہ ابوعبداللہ جعفر وزیر ابوالحسن سے عمر میں تین سال بڑے تھے تو وزیر مذکور نے مجلس الجماعت کی عدالت یعنی جوری بنچ میں جو منصب اپنے بھائی کے سپرد کیا تھا۔ وہ ان کے لڑکے (یا اپنے بھتیجے) ابوالفتح فضل بن جعفر کو تفویض کر دیا۔

لیکن جب بعد میں فضل کے ماتحتوں کی بدنظمی اور نالائقی کا علم ہوا۔ تو وزیر (مذکور) نے خود اپنے لڑکے ابواحمد محسن کو اس عہدے پر متمکن کیا۔ محسن نے اس پر قاسم بن ثابت کا تقرر کیا اور قدامہ بن جعفر کو عدالت میں منصب جلیل عطا کیا۔ اس وقت محسن کی حکمت عملی کا پتہ چلا۔ کیونکہ اس عہدے پر (قدامہ کے آنے کے بعد) حکام سے بہت روپیہ پیسہ وصول ہوا۔

خلیفہ معتضد متوفی ۲۸۹ھ کے دور حکومت میں محمد بن موسیٰ بن فرات کے دو لڑکے۔ ابوالحسن علی اور ابوالعباس احمد، جیل میں قید تھے۔ معتضد نے ملک کی چند مالی اور سیاسی مصلحتوں کے پیش نظر ان دونوں بھائیوں کو رہا کر دیا تھا۔ اس کے نتیجہ میں انھوں (دونوں بھائیوں) نے احمد بن محمد طائی کو بلا کر دجلہ اور فرات کے سواحل کا سارا علاقہ، اس شرط پر اس کے حوالہ کیا کہ وہ خلیفہ کو روزانہ سات ہزار دینار اور اس کے علاوہ چھ ہزار دینار ماہانہ دیا کرے گا۔ یاقوت نے قدامہ کا جس وزیر کے

---

[1] معجم الادباء ۱۵/۱۷۰۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دربار میں جانے کا ذکر کیا ہے وہ اسی محمد بن موسیٰ بن فرات کی اولاد میں ہیں۔

محمد بن موسیٰ بن فرات کے تین بیٹے تھے۔ ۱۔ ابوالحسن علی ۲۔ ابوالعباس احمد ۳۔ ابوعبداللہ بن جعفر۔ یاقوت کی تحریر کے مطابق ابوعبداللہ، اپنے بھائی ابوالحسن علی سے تین سال بڑا تھا۔ لیکن ان میں ابوالحسن علی زیادہ مشہور رہا۔ ابوالحسن علی بن محمد بن موسیٰ بن فرات، مکتفی ۲۹۵ھ کے دوسرے وزیر عباس بن حسن کا کاتب تھا۔

مکتفی کے بعد جب مقتدر متوفی ۳۲۰ھ کی تخت نشینی کا سوال آیا تو امراء اور وزراء میں شدید اختلاف رونما ہوا۔ بعض عبداللہ بن معتز متوفی ۲۹۶ھ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے کیونکہ وہ صاحب علم وفضل اور عاقل و مدبر تھا۔ اور بعض کی رائے مقتدر کے حق میں تھی ــــ باوجود اس کی کمسنی کے۔

جس وقت بغداد میں خلافت کے یہ جھگڑے چل رہے تھے تو عباس بن حسن نے اپنے کاتب۔ ابوالحسن بن فرات کو تنہائی میں بلا کر کہا کہ تم میرے خیر خواہ ہو۔ مجھے صحیح مشورہ دو کہ میں کس کو خلیفہ بناؤں۔ اس نے کہا ایسے شخص کو اپنے اوپر مسلط کرنے سے کیا فائدہ جو حساب کتاب کے جزئی امور سے باخبر اور وزراء کی آمدنی کے ذرائع سے واقف ہو۔ بہتر یہ ہے کہ کسی نادان بچے کو تخت خلافت پر بٹھادو اور اس کی طرف سے خود حکومت کرو۔ جب تک وہ بڑا ہوگا تمہارا کام ہو جائے گا اور حق تربیت الگ اس پر قائم رہے گا۔

عباس کی رائے ابن معتز کو خلیفہ بنانے پر مستقل ہو چکی تھی۔ مگر ابن فرات کا یہ مشورہ سن کر اس کی نیت بدل گئی۔ چنانچہ اس نے مقتدر کی خلافت کا اعلان کر دیا جس کی عمر تیرہ سال تھی۔

مقتدر کی تخت نشینی کے وقت مکتفی کا وزیر عباس بن حسن تھا۔ لیکن جب مقتدر خلیفہ ہوا تو اس نے اپنا پہلا وزیر ابوالحسن علی بن فرات ہی کو مقرر کیا۔ اس طرح ابن فرات نے کتابت کے رتبہ سے ترقی کر کے وزارت عظمیٰ کا قلمدان حاصل کیا۔

جب ابوالحسن علی بن فرات کے بڑے بھائی ابوعبداللہ جعفر کا ۲۹۷ھ میں انتقال ہو گیا۔ تو ابوالحسن نے اپنے انہی بھائی کے لڑکے ابوالفتح فضل بن جعفر کو اس کے باپ کی جگہ عدالت میں کتابت کا عہدہ (سکریٹری)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دیا۔ بعد میں ابوالحسن علی نے کچھ شکایتوں کی بنا پر ابوالفتح فضل بن جعفر ہی کی جگہ خود اپنے لڑکے ابواحمد محسن کو مقرر کیا تھا اور اسی محسن کے زمانہ میں قدامہ بن جعفر کو کاتب کا درجہ ملا۔

جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ مقتدر کی خلافت کے وقت ابن معتز کی خلافت کا مسئلہ بھی اٹھا تھا۔ چنانچہ مقتدر کے خواص کے سوا باقی تمام امرار اور ارکین سلطنت نے ابن معتز کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی اور اس کو مرتضی باللہ کا لقب دیا تھا۔ مگر افسوس کہ ابن معتز کی خلافت ایک دن اور ایک رات سے زیادہ نہیں رہ سکی۔ ابوالحسن علی بن فرات نے ابن معتز کی خلافت کو تسلیم نہیں کیا تھا۔ شاید اسی وجہ سے قدامہ نے ابن معتز کا رد لکھا تھا کیونکہ قدامہ اس زمانہ میں ابوالحسن علی بن فرات کا ہمنشین تھا۔ قدامہ کی کتاب کا نام یہ ہے۔

"کتاب الرد علی ابن المعتز فیما عاب بہ ابا تمام"

الفخری کا بیان ہے کہ مقتدر کے دور حکومت میں تقریباً گیارہ بار وزارت بدلی۔ ابوالحسن علی بن فرات مختلف اوقات میں تین مرتبہ وزیر ہوا، اور معزول کیا گیا۔ آخری مرتبہ قرامطہ کی حمایت کے الزام میں اہل بغداد کے مطالبہ پر ۳۱۲ھ میں اس کو قتل کر دیا گیا اور ساتھ ہی اس کے بیٹے محسن کو بھی۔

مورخین کا کہنا ہے کہ ابن فرات نہایت لائق، منتظم، فیاض اور شریف تھا۔ لیکن اپنے بیٹے محسن کی سختیوں کی بدولت اس کو بھی یہ روز سیاہ دیکھنا پڑا۔

آخر میں ابوالحسن علی بن فرات کا بھتیجا ــــ ابوالفتح فضل بن جعفر بن محمد بن موسیٰ بن فرات مقتدر اور راضی متوفی ۳۲۹ھ کا علی الترتیب وزیر بنا۔

اس طرح بنو فرات نے عباسیوں کے زیر سایہ ترقی کی ــــ اور فضل و کمال، خلق و شرافت اور فیاضی میں ناموری حاصل کی۔

قدامہ نے اسلام لانے کے بعد (۲۸۹ھ) ۴۸ سال خلافت بنی عباس میں گذارے اور حسب ذیل سات عباسی خلفار کا زمانہ پایا۔

۱۔ مکتفی۔ ۲۸۹ تا ۲۹۵ھ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۲۔ مقتدر۔ ۲۹۵ تا ۳۲۰ ھ

۳۔ القاہر۔ ۳۲۱ تا ۳۲۲ ھ

۴۔ الراضی۔ ۳۲۲ تا ۳۲۹ ھ

۵۔ متقی۔ ۳۲۹ تا ۳۳۳ ھ

۶۔ مستکفی۔ ۳۳۳ تا ۳۳۴ ھ

۷۔ مطیع۔ ۳۳۴ تا ۳۶۳ ھ

مستکفی کے زمانہ سے آل بُویہ کا اثر دولت عباسیہ پر شروع ہو گیا تھا۔ اور مطیع کے دور سے خلفائے بنی عباس، بنو بویہ کے ہاتھوں کٹ پتلی بن گئے تھے۔

قدامہ اپنے عہد کا مفکر اور دانشور تھا۔ وہ محض تخیل ہی کا آذر نہیں بلکہ فکر کے بت تراشتا ہے۔ اور دانش کے صنم کدے آراستہ کرتا ہے۔ اس کی خجستہ گامی سے زندگی کے آتش و سیماب بکھر جاتے ہیں۔ اس کی فکر کی موج نور، حیات افسردہ کے سکوت تاریکی کو جنبش جمیل سے بدل دیتی ہے۔ اس کے نزدیک کلام کا حسن معانی کے ساتھ ہے۔ خواہ وہ حسن عارضی و اعتباری ہو یا ذاتی۔

قدامہ کا عہد ــــ ابو سعید السکری متوفی ۲۷۵ھ، ابن قتیبہ متوفی ۲۷۰ھ، ابو العباس المبرد متوفی ۲۸۵ھ، ثعلب نحوی متوفی ۲۹۱ھ کا عہد ہے۔ ان سب کی تخلیقی خوبیوں کا زمانہ تقریباً ایک ہی ہے۔ ان لوگوں نے ایک ہی تہذیبی، ادبی اصناف و زبان میں اپنے اپنے ہنر کے جوہر دکھائے۔ یہ لوگ عربی ادب میں کلاسکی رجحانات کے حامل ہیں۔ اساتین ادب ہیں۔ اور اپنے عہد کے حالات کے امین ہیں۔

اس وقت تک اگرچہ فلسفہ اور معقولات ثانیہ (منطق) کی تدوین نہیں ہوئی تھی تاہم قدامہ کی کتابوں کے مطالعہ سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ علم اشیائے خارجی (فلسفہ) اور صورت ذہنی (منطق) کے احوال و مباحث سے اچھی طرح واقف تھا۔ معقولات میں اس کو اتنا عبور حاصل تھا کہ لوگ تبحر علمی میں اس کا حوالہ دیتے تھے[۱]۔ وہ عام فلسفیوں کی طرح عقل کو مدرک کل مانتا ہے۔ خارجی اور داخلی موجودات

---

[۱] ممن یُشار الیہ فی علم المنطق ۔ معجم الادباء ۔ ۱۳/۱۷۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دونوں کے حالات سے بحث کرتا ہے۔ وہ وجود اور امکان کا ظرف عروض، ذہن کو قرار دیتے ہوئے زندگی کی مادی جدلیت کو اقدار اعلیٰ سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کے نزدیک ادب شخصیت کا اظہار بھی ہے اور کسی قوم کی فکری تاریخ بھی۔ اس لحاظ سے قدآمہ کا فن ماورائیت کی شعوری توجیہ بھی ہے اور تاریخی روایت پرستی اور سماجی حقائق کا حسین امتزاج بھی۔ قدآمہ کی تحریر میں گہرائی، افکار میں تعمق اور دقتِ نظر فلسفہ کے اثر سے آئی ہے۔

قدآمہ ایک خلاق دماغ کی خود رو تحریک کا نتیجہ ہے۔ اس نے انسانی اعمال اور افعال کی تشریح کی۔ اور شعور ولاشعور کے محرکات کا پتہ لگایا۔ اس کی تنقید ــــ عربی ادب میں، صورت ومعنی کی ہم آہنگی سے عبارت ہے۔ وہ صرف ہیئت ومعنی کا باہمی رشتہ ہی استوار نہیں کرتا۔ بلکہ مواد اور موضوع کے صحت بخش عناصر کا تجزیہ بھی نقد کے فرائض میں تصور کرتا ہے۔ وہ جہاں لفظ ومعنی کی خوبیوں پر زور دیتا ہے وہاں عملی تصادم کی طرف بھی اشارہ کرتے ہوئے، ادب میں جمالیاتی تجربہ یا جذبہ کی اہمیت پر زور دیتا ہے۔ جو تنقید کی وادی میں امید کا ستارہ بن کر طلوع ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ فنی تجربات کی نفسیاتی تشریح کرتا ہے۔

قدآمہ نے بڑی محنت سے تحصیل علم کیا۔ اور بلاغت وحساب میں جانفشانی اور تندہی سے مہارت پیدا کی۔ وہ اپنے عہد میں بلاغت اور نقد کے لئے مشہور تھا۔ تنقید میں اس کی دونوں کتابیں۔ "نقد الشعر" اور "نقد النثر" عربی ادب میں اصولی اور معیاری حیثیت رکھتی ہیں "نقد الشعر" کا رد ابن بشر الآمدی متوفی ۳۷۱ھ نے لکھا۔

بلاغت[1] میں اس کی شہرت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ابومحمد القاسم بن علی الحریری متوفی ۵۱۶ھ نے اپنے دیباچہ میں قدآمہ کا نام بطور ضرب المثل ارتقام کیا ہے۔

---

[1] یاقوت کا قول ہے - واشتہر فی زمانہ بالبلاغۃ ونقد الشعر وصنف فی ذلک کتبًا۔ معجم الادباء ۱۷/۱۴۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"ولو أوتی بلاغة قدامة"

شریشی[۱] نے اس جملہ کی تشریح کرتے ہوئے کہا ہے۔

هو ابو الولید بن جعفر کان بلیغا مجیدا عالما باسرار صنعة الکتابة ولوازمها وله کتاب یعرف "بسر البلاغة[۲] فی الکتابة" وترجمته تدل علی متضمنه وله تحقیق فی صنع البدیع یتمیز به عن نظرائه وتدقیق فی کلام العرب یربی فیه علی اکفائه وتحذیق فی علوم التعلیم اخرم فیها شعلة ذکائه فلذلک سار المثل ببلاغته واتفق المتقدم والمتاخر علی فضل براعته[۳]۔

قدامہ سے مراد ابو الولید بن جعفر ہے۔ یہ ایک فصیح و بلیغ انسان تھا وہ فن انشاء پردازی اور علوم بلاغت کے اسرار و رموز سے واقف تھا۔ بلاغت کے موضوع پر اس کی مستقل ایک کتاب بھی ہے اس کا نام۔ "سر البلاغة فی الکتابة" ہے۔ کتاب کے نام ہی سے کتاب کے مضمون پر روشنی پڑتی ہے۔ قدامہ محقق اور مدقق تھا۔ بدیع میں اس کی نظر گہری تھی۔ وہ ادبیات عربی کا ماہر تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ محققین بدیع میں ممتاز درجہ رکھتا ہے۔ (تحقیق میں اس کا ایک مقام ہے اور بدیع میں اس کا ایک مرتبہ ہے) اس نے دنیائے علم و ادب میں اپنے افکار کی ضیا پاشیوں سے ذہانت و فطانت کے ایسے جوہر دکھائے کہ فصاحت و بلاغت میں اس کا نام ضرب المثل بن گیا۔ اس کے اسلوب نگارش، حذاقت فن اور ادبی وجاہت پر سب متفق ہیں۔

"مقامات حریری" کے حاشیہ پر اس جملہ کی تفسیر اس طرح بیان کی گئی ہے۔

۱۔ ابو العباس احمد بن عبد المومن القیسی الشریشی۔

۲۔ ابن ندیم اور یاقوت نے اس کتاب کا ذکر نہیں کیا۔

۳۔ الشریشی ۱۲/۱ طبع مصر۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"ھو ابو الفرج قدامة بن جعفر الكاتبُ البغدادی
یضرب به المثل فی الفصاحة"[1]

اس تشریح، جرجی زیدان اور "المنجد" کی گذشتہ عبارتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ قدامہ ایک محقق، مدقق اور کاتب تھا۔ وہ ایک فصیح و بلیغ انشار پرداز تھا۔ اور فن کتابت (انشار پردازی) کے موضوع پر اس کی مستقل ایک کتاب تھی۔ اور یہ کہ جہاں تک تحقیق، ادب، نقد اور انشار پردازی کا تعلق ہے وہ اپنے ہمعصروں میں برتری اور فوقیت رکھتا تھا۔

شریشی نے قدامہ کی کنیت ابو الولید بتائی ہے۔ اور محشی نے کنیت ابو الفرج لکھی ہے۔ ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ نے قدامہ کی کنیت ابو الفرج تحریر کی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ولید اور فرج، قدامہ کے دو لڑکوں کے نام ہیں۔ ان میں زیادہ مشہور کنیت ابو الفرج ہے اور کنیت ایک سے زائد بھی ہوسکتی ہے۔

قدامہ کے سن پیدائش کے بارے میں تاریخ خاموش ہے۔ البتہ سن وفات کے متعلق عبد الرحمن بن جوزی نے لکھا ہے کہ قدامہ کا انتقال ۳۳۷ھ میں ہوا۔ ابن جوزی لکھتا ہے۔

ابو الفرج الکاتب، لہ کتابٌ	ابو الفرج (قدامہ بن جعفر) کاتب کی کتاب۔
حسنٌ فی الخراج وصناعة الکتابة	"کتاب الخراج" اور "صناعة الکتابة" اچھی کتابیں ہیں۔
وقد سأل ثعلباً عن اشیاء ومات	قدامہ نے ثعلب (نحوی) سے استفادہ کیا تھا۔ قدامہ
فی سنة سبع وثلاثین وثلثمائة	کا انتقال خلیفہ مطیع کے زمانہ میں ۳۳۷ھ میں ہوا۔
فی ایام المطیع[2]	

ابن جوزی کے بیان سے لگتا ہے کہ "کتاب الخراج" اور "صناعة الکتابة" ایک ہی کتاب ہے۔ حالانکہ "کتاب الخراج" اور "صناعة الکتابة" قدامہ کی دو الگ کتابوں کے نام ہیں۔ یہ دوسری بات ہے

---

[1] حاشیۂ مقامات حریری /۶، مجتبائی

[2] المنتظم فی تاریخ الملوک والامم ۶/۳۶۳

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ یہ دونوں کتابیں ایک ہی جلد میں شائع کی گئی ہوں۔

اس دوسری کتاب کا ذکر ابن ندیم اور یاقوت نے نہیں کیا۔ لیکن غالبًا یہ وہی کتاب ہے جس کا تذکرہ زرکشی نے "سر البلاغۃ فی الکتابۃ" کے عنوان سے کیا ہے۔

ابن جوزی کی تحریر کے مطابق قدامہ، ثعلب نحوی کا شاگرد تھا۔ لیکن یاقوت نے ابن جوزی کے اس بیان سے تعرض کیا ہے کہ قدامہ، ثعلب کا شاگرد تھا۔ اور یہ کہ اس کی وفات خلیفہ مطیع (۳۳۴ تا ۳۶۳ھ) یا بنی بویہ کے زمانہ میں ۳۳۷ھ میں ہوئی۔

"وانا لا اعتمد علی ما تفرد بہ ابن الجوزی
لانہ عندی کثیر التخلیط"[1]

مجھے ابن جوزی کے اس بیان سے اتفاق نہیں کیونکہ ابن جوزی کو اس باب میں تفرد حاصل ہے اور وہ یعنی ان کی کتاب (المنتظم) رطب ویابس سے معمور ہے۔

یاقوت نے ابن جوزی کے اس بیان کی تردید میں دو واقعات پیش کئے ہیں۔ ایک ابوحیان کے حوالہ سے اور وہ یہ ہے۔

ولکن اٰخر ما علمنا من امر قدامۃ أن اباحیان ذکر أنہ حضر مجلس الوزیر الفضل بن جعفر بن الفرات وقت مناظرۃ ابی سعید السیرافی و متی المنطقی فی سنۃ عشرین وثلاث مائۃ[2]

قدامہ کے بارے میں ہمیں جو کچھ معلوم ہوا ہے وہ یہ ہے کہ ابوحیان نے کہا کہ قدامہ، وزیر فضل بن جعفر بن فرات کی محفل میں، جب وہاں ابوسعید السیرافی اور متی منطقی کے درمیان مناظرہ ہو رہا تھا، حاضر تھا۔ یہ واقعہ ۳۲۰ھ کا ہے۔

---

[1] معجم الادباء ۱۳/۱۷ [2] ایضاً

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ وہی ابوالفتح فضل بن جعفر بن فرات ہیں جو ابوالحسن علی بن فرات کا بھتیجا ہے۔ اور جو آخری ایام خلافت میں مقتدر کا وزیر بنا۔ مقتدر کی وفات ۳۲۰ھ میں ہوئی۔ قدامہ کا یہ واقعہ بھی ۳۲۰ھ کا ہے۔ اس لئے تاریخی اعتبار سے یہ روایت صحیح ہے۔

دوسری جگہ یاقوت نے لکھا ہے۔

ولم یزل یتردّد فی اوساط الخدام الدیوانیۃ بدار السلام الی سنۃ سبع وتسعین ومائتین[1]۔

قدامہ، بغداد کی عدالت عالیہ میں ۲۹۷ھ تک متوسط لوگوں کے پاس آیا جایا کرتا تھا۔

اگر غور سے دیکھا جائے تو ان دونوں واقعات سے ابن جوزی کے اس بیان کی تردید نہیں ہوتی کہ قدامہ کا انتقال ۳۳۷ھ میں ہوا۔ یاقوت کے علی الرغم ان واقعات سے جو بات ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ قدامہ ۲۹۷ھ سے ۳۲۰ھ تک بغداد میں موجود تھا۔

جہاں تک قدامہ کا ثعلب سے شاگردی کا سوال ہے یہ بات ٹھیک ہوسکتی ہے۔ کیونکہ خود یاقوت کے بیان کے مطابق قدامہ، ابوسعید السکری، ابن قتیبہ، ابوالعباس المبرد اور ثعلب کا معاصر تھا۔ ان میں ثعلب کا انتقال سب سے بعد کو یعنی ۲۹۱ھ میں ہوا۔ ابوالعباس احمد بن زید ثعلب نحوی کے علمی اور ادبی مرتبہ سے کون انکار کرسکتا ہے۔ عربی شاعری میں ترسل وروایت کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ مشہور ہے حماد الراویہ ۱۵۶ھ کو ستائیس ہزار قصائد یاد تھے۔ اصمعی ۲۱۶ھ کو سولہ ہزار قصائد زبانی یاد تھے۔ اور ابوتمام ۲۳۱ھ جامع حماسہ کو جاہلیت کے چودہ ہزار اشعار نوک زبان تھے اور وہ ڈھائی لاکھ اشعار کی صحیح روایت کرسکتا تھا۔ ان راویوں میں ثعلب نحوی کا نام بھی لیا جاتا ہے۔ ان کو لغت ونحو کے علاوہ حفظ اشعار اور روایت شعری کی مہارت حاصل تھی۔ تاریخ میں ثعلب اور ابوالعباس المبرد کے علمی وادبی نوک جھونک کے تذکرے ملتے ہیں۔ وہ بائیس کتابوں کے مصنف تھے جس میں "الفصیح" "قواعد الشعر"

---

[1] معجم الادبار ۱۷/۱۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور "الامالی" مشہور ہیں۔ ثعلب نے بعض شعراء کے دواوین کی شرحیں بھی لکھی ہیں۔ جس میں زہیر اور اعشٰی کے دیوان شامل ہیں۔ ایسی علمی اور ادبی شخصیت سے اگر قدامہ نے استفادہ کیا ہو تو اس میں کیا تعجب کی بات ہے۔ جبکہ ثعلب، قدامہ سے عمر میں بڑے تھے۔ اس ضمن میں ابن جوزی کا بیان اس لئے بھی قابل وثوق ہے کہ ابن جوزی کو یاقوت کے مقابلہ میں تاریخی تقدم حاصل ہے۔

اب رہا ایام خلافت مطیع یعنی ۳۳۷ھ میں قدامہ کے انتقال کر جانے کا معاملہ، تو ہمارے نزدیک ابن جوزی کا یہ قول بھی قابل اعتماد ہے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ یاقوت نے اپنے تردیدی بیان کی تائید میں کوئی حتمی دلیل پیش نہیں کی۔ جس سے ابن جوزی کا قول ساقط ہو جائے۔ دوسرے یہ کہ مطیع ۳۳۴ھ میں تخت خلافت پر متمکن ہوا۔ اور ابن جوزی، قدامہ کا سن وفات ۳۳۷ھ بتا رہے ہیں تو ظاہر ہے قدامہ کا انتقال ایام خلافت مطیع ہی میں ہوا۔

البتہ یاقوت کی یہ رائے اپنی جگہ بالکل درست ہے کہ قدامہ، بنی بویہ کا کاتب نہیں تھا۔ یاقوت نے "مقامات حریری" کے کسی محشی کا ایک قول درج کیا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

بلغنی عن بعض متعاطی علم الأدب أن من شرح کتاب المقامات الحریریۃ فقال عند قولہ: "ولو أوتی بلاغۃ قدامۃ" ان قدامۃ بن جعفر کان کاتبا لبنی بویۃ[1]۔	مجھے بعض ادبی ذوق رکھنے والوں سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ مقامات حریری کے کسی شارح نے "ولو اوتی بلاغۃ قدامۃ" کی شرح کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ وہی قدامہ بن جعفر ہے جو بنی بویہ کا کاتب تھا۔

یاقوت نے اس شرح پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا ہے۔

وجھل فی ھذا القول فأن قدامۃ کان أقدم عھدًا و أدرک من ثعلب وطبقتھم دالأدب یومئذ طری فعن أ	یہ شرح، کہنے والے کی ناواقفیت کی دلیل ہے۔ کیونکہ قدامہ کا عہد، بنی بویہ سے زیادہ قدیم تھا۔ اور قدامہ نے ثعلب اور ان کے طبقے کے لوگوں

---

[1] معجم الادباء ۱۷/۱۴

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

واجتہد وبرع فی صناعتی البلاغۃ و الحساب وقرأ صدرا صالحا من المنطق وھولائح من دیباجۃ تصانیفہٗ[۱]۔

کا زمانہ پایا تھا۔ یہ وہ زمانہ ہے جب ادب اپنے اوج کمال پر تھا۔ پس قدامہ نے پڑھا اور محنت سے علم بلاغت اور حساب میں دستگاہ حاصل کی۔ قدامہ نے منطق کا بھی کماحقہ مطالعہ کیا تھا۔ جیسا کہ اس کی تصانیف پڑھنے سے پتہ چلتا ہے۔

بلادِ عجم میں دو قوتیں تھیں جو ایک دوسرے کی حریف تھیں۔

۱۔ علی بن بویہ ــــ فارس میں۔

۲۔ آل سامان ــــ ماوراء النہر، خراسان کا علاقہ۔

ان دونوں میں آل بویہ کی قوت میں نشوونما کا مادہ زیادہ تھا۔ ان کا سلسلۂ نسب بہرام بن یزدجرد تک پہنچتا ہے۔ جو ملوک فارس (ساسان) سے تعلق رکھتا تھا۔ تاریخ میں اُن کو دیلمی کہا جاتا ہے۔ الفخری نے لکھا ہے کہ ان کو دیلم سے نسبت صرف اس وجہ سے ہے کہ یہ لوگ دیلم کے رہنے والے تھے۔ بنی بویہ کا مورث اعلیٰ یا پہلا فرمانروا علی بن بویہ ہے۔ جو فارس کا حکمران تھا۔ اس نے اپنے بھائی حسن کو بھیج کر اصفہان ورَے پر قبضہ کیا۔ اور اپنے چھوٹے بھائی احمد کو فوج دے کر بھیجا جو عراق کا فاتح ہوا۔ ۳۳۴ھ میں بنی بویہ نے بغداد میں اپنی سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ جو ۴۴۷ھ تک قائم رہی۔ اس وقت سے خلافت عباسیہ کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ اور وہ بنی بویہ کا دور تھا۔ اس میں سلطنت خلیفہ کے ہاتھ سے نکل کر محل کی چہار دیواری میں محدود ہو کر رہ گئی تھی۔ خلیفہ نام کا خلیفہ تھا۔ اس کی حیثیت محض ایک دینی رئیس کی تھی۔ خلافت کے نظم ونسق پر بنی بویہ نے پورا اقتدار جما لیا تھا۔ ان کے سامنے خلیفہ بے بس تھا۔ گذارے کے لئے صرف پانچ ہزار درہم روزانہ خلیفہ کو دیدیئے جاتے تھے۔ مستکفی نے علی بن بویہ کو عماد الدولہ، حسن کو رکن الدولہ، اور احمد کو معزالدولہ کے خطابات عطا کئے تھے۔ اور سکوں پر ان کے نام کندہ کرنے کی بھی

---

[۱] معجم الادباء ۱۷/۱۴

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اجازت دیدی تھی۔ مطیع کے عہد میں معزالدولہ اور پھر اس کا بیٹا عزالدولہ با اختیار حاکم رہے ۔ آخر میں عضدالدولہ، بہاءالدولہ اور صمصام الدولہ، سلاطین بنی بویہ ہی میں سے تھے۔

بنی بویہ کی حکومت ۳۳۴ھ میں قائم ہوئی۔ اور مقتدر کے وزیر ابوالحسن علی بن فرات نے جب ۲۹۷ھ میں اپنے بیٹے محسن کو حاکم عدالت بنایا تو محسن نے قدامہ کو بغداد کی عدالت عالیہ میں منصب کتابت تفویض کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ قدامہ، بنی فرات کا کاتب تھا نہ کہ بنی بویہ کا۔ مزید برآں یہ کہ بغداد میں بنی بویہ کی حکومت قائم ہونے کے بعد قدامہ صرف تین سال زندہ رہا۔

قدامہ نے جن ادبی، علمی، معاشی اور اقتصادی تصنیفات کو قلمبند کیا۔ ان کی تعداد صرف پندرہ ہے۔ لیکن ان کی یہ لافانی تخلیقات آج بھی پائندہ ہیں۔ ان کتابوں میں انھوں نے افکار وخیالات کے لئے جو اسلوب اختیار کیا ہے۔ اس میں ایک مثالی انفرادیت ہے۔ جو حیاتیاتی تصور اور ادب کی نوعیت کو اندازۂ قدر و قیمت عطا کرتی ہے۔ اس لحاظ سے قدامہ عربی ادب کے صاحب طرز انشاء پرداز، مصنف اور ادیب تھے۔ ان کی کتابوں کی تفصیل اس طرح ہے۔

ابن ندیم اور یاقوت نے قدامہ کی کتابوں کی جو فہرست دی ہے وہ یہ ہے۔

۱۔ کتاب الخراج

اس کتاب میں پہلے آٹھ باب تھے۔ بعد میں ایک نویں فصل کا اضافہ کیا گیا۔ اس کتاب میں مصنف نے خلفائے بنی عباس کے عہد میں ملکی نظام، ریاستی نظم و نسق، لگان، ٹیکس اور امور مواصلات سے بحث کی ہے۔ یہ کتاب اس زمانہ کی اقتصادی اور معاشی حالات کی ڈائری ہے۔

۲۔ نقد الشعر

۳۔ کتاب صابون الغم

۴۔ کتاب صرف الہم

۵۔ کتاب جلاء الحزن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۶۔ کتاب درياق الفکر فيما عاب به ابا تمام[۱]

۷۔ کتاب السياسة

۸۔ کتاب الرد على ابن المعتز

۹۔ کتاب حشو حشار الجليس

۱۰۔ کتاب الرسالة فی ابی علیؒ بن المُقلة

اس کا دوسرا نام "النجم الثاقب" ہے۔

۱۱۔ کتاب صناعة الجدل

اس میں فن مناظرہ سے بحث ہے

۱۲۔ کتاب نزہة القلوب وزاد المسافر

ان کتابوں کے علاوہ یاقوت نے قدامہ کی ایک اور کتاب کا ذکر کیا ہے۔ جس کو ابن ندیم نے بیان نہیں کیا ہے۔ اس کا نام یہ ہے۔

۱۳۔ کتاب زہر الربیع فی الأخبار

۱۴۔ ابن جوزی نے قدامہ کی ایک کتاب۔ "صناعة الکتابة" کی طرف نشاندہی کی ہے۔ غالباً اسی کتاب کو شرلیشی نے اپنی شرح میں "سر البلاغة فی الکتابة" کے نام سے لکھا ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے فن انشاء پردازی کے اسرار و رموز کو ظاہر کیا ہے۔

۱۵۔ اس کے علاوہ ایک کتاب — "نقد النثر" ہے جو قدامہ کی جانب منسوب کی جاتی ہے۔ اس پر ڈاکٹر طہٰ حسین نے مقدمہ تحریر کیا ہے۔

علم بدیع کا درجہ علم معانی و بیان کے بعد آتا ہے۔ علم بدیع کا استعمال اس وقت ہوتا ہے

---

[۱] یاقوت نے اس کتاب کو صرف "درياق الفکر" کے نام سے لکھا ہے۔ اور "فیما عاب به ابا تمام" والے ٹکڑے کو غلطی سے ایک دوسری کتاب — "الرد على ابن المعتز" کے ساتھ جوڑ دیا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جب کلام بلیغ ہو۔ یعنی سب سے پہلے کلام کے لئے ضروری ہے کہ وہ مقتضائے حال کے مطابق ہو۔ اور اس کی دلالت مقصود پر خوب واضح ہو۔ یعنی تعقید معنوی سے خالی ہو۔ کیونکہ ان دونوں خوبیوں کے بعد ہی کلام میں حسن وخوبی آتی ہے۔ سیوطی نے اپنی کتاب "اتمام الدرایۃ" میں کہا ہے کہ ان دونوں خوبیوں کے بغیر علم بدیع پر عمل کرنا ایسا ہے جیسے بدصورت عورت کو لباس پہنانا۔ بدیع کے ذریعہ وضوح الدلالۃ (تعقید معنوی سے خالی ہونا) اور رعایتِ اقتضائے حال کے بعد ہی کلام میں خوبی پیدا ہوتی ہے۔ اس علم کا موجد عبداللہ بن معتز العباسی تھا۔ جس نے ۲۷۴ھ میں اس علم کو مدون کیا اور سترہ قسم کی صنائع اختیار کیں۔ اس سلسلے میں "البدیع" اس کی مشہور کتاب کا نام ہے۔

قدامہ، ابن معتز کا معاصر اور ایک حیثیت سے رقیب تھا۔ قدامہ نے اپنی کتاب "نقد الشعر" میں علم معانی، بیان اور بدیع کو اصول کی کسوٹی پر کسا ہے اور بلاغت کے مباحث کو عملی شکل میں پیش کیا ہے۔ قدامہ کا اسلوب اس ثقافت ادبی سے عبارت ہے۔ جس کی تشکیل، حجازی طرز نگارش پر کی گئی ہے۔ وہ ادبی دراست کو عربیت خالصہ سے ہمکنار کرتی ہے۔ قدامہ کا اسلوب محض اکتسابی صلاحیتوں ہی کا آفریدہ نہیں بلکہ ان کی نہضتِ فکر، حیات ادبی کو نشاط اور تازگی عطا کرتی ہے۔ وہ استدلالی اور منطقی انداز میں اشعار اور ادب پاروں کی شرح وبسط کرتے ہیں۔ وہ قیاس برہانی کو قیاس شعری کی شکل میں پیش کرتے ہیں۔ ان کی تنقید میں علت ومعلول کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے۔ یہ تنقید اپنے موضوع کی تفسیر بھی ہے اور اس میں ضابطۂ عام بننے کی گنجائش بھی ہے۔ اس اعتبار سے قدامہ کی تنقید ایک مدلل تنقید ہے۔

لامذہبی دور کا تاریخی پس منظر

جس میں لامذہبیت کے تاریخی پس منظر اور مذہب کی نشأۃ ثانیہ سے متعلق تمام اہم گوشوں پر سیر حاصل اور محققانہ بحث کی گئی ہے۔ لامذہبی دور کے چند نظریات جیسے نظریۂ ارتقاء، نظریۂ جبلت، نظریۂ جنسیت، نظریۂ اشتراکیت وغیرہ ان سب پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ اس دور میں اس کتاب کا مطالعہ بہت مفید اور ضروری ہے۔ تالیف: مولانا محمد تقی صاحب امینی قیمت پانچ روپے

مکتبہ برہان اردو بازار، جامع مسجد دہلی ۶

© rasailojaraid.com